مدیر: غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

0300-54 82 125

نائب مدیر: حافظ ابو یحییٰ نور پوری

0345-555 66 54

0301-680 82 74

شمارہ نمبر ۲۴

اکتوبر ۲۰۱۰ء، شوال ۱۴۳۱ھ

مسلک اہل حدیث اور فہم سلف صالحین

اہل حدیث ہی اہل سنت، اہل حق اور سوادِ اعظم ہیں۔ یہ عقائد واعمال میں سلف صالحین کے پیروکار ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

وبهذا يتبيّن أنّ أحقّ الناس بأن تكون هى الفرقة الناجية أهل الحديث والسنّة ، الذين ليس لهم متبوع يتعصّبون له إلّا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، وهم أعلم الناس بأقواله وأحواله ، وأعظمهم تمييزا بين صحيحها وسقيمها ، وأئمّتهم فقهاء فيها وأهل معرفة بمعانيها وأتباعا لها تصديقا وعملا وحبّا ، وموالاة لمن والاها ، ومعاداة لمن عاداها ، الذين يروون المقالات المجملة إلى ما جاء به من الكتاب والحكمة ، فلا ينصبون مقالة ويجعلونها من أصول دينهم ، وجمل كلامهم إن لم تكن ثابتة فيما جاء به الرسول ، بل يجعلون ما بعث به الرسول من الكتاب والحكمة هو الأصل الذى يعتقدونه ويعتمدونه ...

''ان ساری باتوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ سب لوگوں میں سے فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) ہونے کے زیادہ حق دار اہل حدیث وسنت ہیں، جن کا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا متبوع نہیں، جس کے لیے وہ مسلکی غیرت رکھتے ہوں۔ یہ اہل حدیث وسنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور حالات کو دوسرے لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں، نیز احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے صحیح وضعیف کی زیادہ پہچان رکھنے والے ہیں۔ ان کے ائمہ فقہائے حدیث ہیں اور احادیث کے معانی کی معرفت رکھنے والے ہیں، نیز ان احادیث کی تصدیق وعمل اور محبت کے اعتبار سے پیروی کرنے والے ہیں، وہ احادیث سے محبت رکھنے والوں

سے محبت رکھتے اور ان سے عداوت رکھنے والوں سے دشمنی کرتے ہیں۔ یہ لوگ (بزرگوں کے) مجمل مقالات کو کتاب وسنت پر پیش کرتے ہیں، اگر کوئی قول کتاب وسنت سے ثابت نہ ہوتو وہ اس قول کو اپنا نصب العین اور اپنا اصولِ دین نہیں بناتے، بلکہ وہ اسی کتاب وسنت کو اپنا عقیدہ بناتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں، جسے دے کر رسولِ کریم ﷺ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔''

(مجموع الفتاوى لابن تيمية : ٣/٣٤٧)

امام آجری رحمہ اللہ (م٣٦٠ھ) فرماتے ہیں: **علامة من أراد اللّٰه عزّ وجلّ به خيراً سلوك هذه الطريق ، كتاب اللّٰه عزّ وجلّ وسنن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، وسنن أصحابه رضى اللّٰه عنهم ومن تبعهم بإحسان رحمة اللّٰه تعالى عليهم ، وما كان عليه أئمّة المسلمين فى كلّ بلد إلى آخر ما كان من العلماء ، مثل الأوزاعى وسفيان الثورى ومالك بن أنس والشافعى وأحمد بن حنبل والقاسم بن سلام ، ومن كان على مثل طريقهم ، ومجانبة كلّ مذهب لا يذهب إليه هؤلاء العلماء ...** ''جن لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے، ان کی علامت اس راستے پر چلنا ہے، وہ راستہ کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ، نیز ہر علاقے کے ائمہ مسلمین اور اب تک کے علمائے کرام، مثلاً امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام قاسم بن سلام رحمہم اللہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے علمائے کرام کا راستہ اختیار کرنا اور ہر اس مذہب سے بچنا، جس کو مذکورہ علمائے کرام نے اختیار نہیں کیا۔''

(الشريعة للآجرى : ص ١٤، طبع دار الكتب العلمية)

سنت سے کیا مراد ہے؟

علامہ ابنِ رجب رحمہ اللہ سنت کی تعریف میں فرماتے ہیں:

الطريق المسلوک ، فيشمل التمسّک بما کان عليه صلّى الله عليه وسلّم هو وخلفائه الراشدون من الاعتقادات والأعمال والأقوال ، وهذه هي السنّة الکاملة ، ولهذا کان السلف قديما لا يطلقون اسم السنّة إلّا على ما يشمل ذلک کلّه . ''سنت طریقۂ مسلوکہ کو کہتے ہیں، یہ ان عقائد واعمال اوراقوال کا نام ہے، جس پر نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کاربند رہے۔یہی سنتِ کاملہ ہے، یہی وجہ ہے کہ سلف ،سنت کا نام اسی چیز پر بولتے تھے، جو ان سب چیزوں کو شامل ہوتا تھا۔''(جامع العلوم والحکم لابن رجب : ص ٢٨٦)

اہل سنت کون؟

امام سجزی رحمہ اللہ (م۴۴۴ھ) لکھتے ہیں:

''اہل سنت اس اعتقاد پر قائم ہیں، جسے ان کی طرف سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے یا جس چیز میں کتاب وسنت کی نص نہیں ملی، اس میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام ائمہ تھے، ہمیں ان کے آثار اوران کی سنت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں، اسی طرح سنت کو لازم پکڑنا اوراس پر اعتقاد رکھنا ان چیزوں میں سے ہے، جن کے وجوب میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''

(الرد على من انكر الحروف والصوت للسجزی : ص ٩)

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸۔۵۹۷ھ) اہل سنت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''اگر کوئی سوال کرنے والا یہ سوال کرے کہ سنت ممدوح اور بدعت مذموم ہے، لیکن سنت اور بدعت ہے کیا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بدعتی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اہل سنت میں سے ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ سنت لغوی طور پر راستے کو کہتے ہیں۔اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اہل نقل واثر جو کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنے والے ہیں،

وہی اہل سنت ہیں، کیونکہ وہ اس راستے پر ہیں، جس میں کوئی بدعت داخل نہیں ہوئی۔ بدعات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد رونما ہوئی ہیں۔''

(تلبیس ابلیس لابن الجوزی : ۱/۱۳۵۔۱۳۶)

واضح رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح کا اطلاق دو طرح سے ہوتا ہے، عام اور خاص۔ عام اطلاق سے مراد جو بھی شیعہ کے مقابلے میں ہوگا، وہ سنی کہلوائے گا، خواہ وہ بدعتی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فلفظ السنّة يراد به من أثبت خلافة الخلفاء الثلاثة ، فيدخل فى ذلك جميع الطوائف إلّا الرافضة . ''(اہل) سنت کے لفظ سے مراد، وہ لوگ ہیں، جو خلفائے ثلاثہ (سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کی خلافت کا اثبات کرتا ہے، چنانچہ اس میں رافضیوں کے علاوہ باقی سارے گروہ داخل ہوں گے۔''

(منهاج السنة لابن تيمية : ۲/۲۲۱)

خاص اطلاق سے مراد ہر وہ شخص ہے، جو اہل بدعت، یعنی شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ، مرجئہ اور اشاعرہ وغیرہ کے مقابلے میں ہو، جیسا کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد يراد به أهل الحديث والسنّة المحضة ، فلا يدخل فيه إلّا من أثبت الصفات للّٰه تعالىٰ ، ويقول : إنّ القرآن غير مخلوق وإنّ اللّٰه يرى فى الآخرة ، ويثبت القدر ، وغير ذلك من الأصول المعروفة عند أهل الحديث والسنّة .

''بسا اوقات اہل سنت سے مراد خاص اہل الحدیث والسنہ مراد ہوتے ہیں، چنانچہ اس وقت اس میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے، جو صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم مخلوق نہیں، نیز آخرت میں (مؤمنوں کو) اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، اس کے علاوہ دیگر ان اصولوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں، جو اہل الحدیث والسنہ کے ہاں معروف ہیں۔''

(منهاح السنة لابن تيمية : ۲/۲۲۱)

لہٰذا موجودہ دور کے بعض نام نہاد اہل سنت ، جو صرف سات صفات باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں، وہ اہل سنت نہیں ہیں۔ وہ سات صفات یہ ہیں: السمع ،البصر ،العلم،الکلام، القدرۃ،الارادۃ،الحیاۃ باقی سب صفات میں یہ لوگ تاویل کرتے ہیں۔ یہ عقائد میں،خصوصاً صفات باری تعالیٰ کے حوالے سے معتزلہ،مرجئہ اوراشاعرہ کے مذہب پر ہیں اوراہل سنت وسلف صالحین کے مذہب سے منحرف ہیں جیسا کہ:

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی صاحب (م١٣٤٦ھ) لکھتے ہیں:

''ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جوصحیح اورلغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں،مثلاً یہ کہ ممکن ہے کہ استواء سے مراد غلبہ ہواور ہاتھ سے مراد قدرت تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔''(المهند على المفند : ص ٤٨)

جبکہ سلف صالحین کے نزدیک یہ باطل ہے،ایسوں کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے قرآن یا حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے صحابہ وتابعین کی تفسیر کے خلاف کوئی تاویل کی ، وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا ، اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد سے کام لینے والا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تحریف کرنے والا ہے۔ایسا کرنا بے دینی والحاد کے دروازے کوکھولنے کے مترادف ہےاور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے دین اسلام میں واضح طور پر باطل ہے۔''(مجموع الفتاوى لابن تيمية : ١٣/٢٤٣)

ہمارے دور کے بدعتی اپنے تئیں اہل سنت کہتے نہیں تھکتے ،جبکہ وہ عقائد واعمال میں سلف صالحین کے سخت مخالف ہیں،علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م٧٩٠) لکھتے ہیں: **فليكن اعتقادك أنّ الحقّ مع السواد الأعظم من المجتهدين لا من المقلّدين .**

''آپ کا اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ حق مجتہدین کے سوادِ اعظم کے ساتھ ہے،مقلدین کے ساتھ نہیں۔''(الموافقات للشاطبى : ١٧٣/٤)

نمازوں کے بعد اذکار

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

كنت أعرف انقضاء صلاة النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بالتكبير .

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کی نماز کا اختتام 'اللہ اکبر' کہنے سے سمجھ جاتا تھا۔''

(صحيح البخاري : ٨٤٢، صحيح مسلم : ٥٨٣ /١٢٠)

صحیح مسلم (۵۸۳) میں ہے: **ما كنّا نعرف انقضاء صلاة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلّا بالتكبير .** ''ہم نبیٔ اکرم ﷺ کی نماز کا پورا ہونا صرف اور صرف 'اللہ اکبر' کہنے سے معلوم کر لیتے تھے۔''

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: **إنّ رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، وكنت أعلم إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته .**

''نبیٔ اکرم ﷺ کے عہد میں لوگ فرض سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے۔ میں یہ سن کر معلوم کر لیتا تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (ذکر سے مراد 'اللہ اکبر' ہے)۔''

(صحيح البخاري : ٨٤١، صحيح مسلم : ٥٨٣ /١٢٢)

ثابت ہوا کہ فرض نماز کے بعد امام ہو یا مقتدی بآوازِ بلند ''اللہ اکبر'' کہے گا، منفرد کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض لوگ نماز کے بعد اجتماعی طور پر بآوازِ بلند ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتے ہیں، لیکن نبیٔ اکرم ﷺ کی تعلیم میں یہ چیز قطعاً نہیں ملتی۔

② سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار **أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ** کہتے، پھر یہ کلمات پڑھتے: **اَللّٰهُمَّ ! أَنْتَ السَّلَامُ**

وَمِنْکَ السَّلَامُ ، تَبَارَکْتَ ذَا الْجَلاَلِ وَالإِکْرَامِ . ''اے اللہ! تو سلام ہے اور تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اے عظمت و بزرگی اور بڑی سخاوت و فیاضی والے اللہ! تو بڑا بابرکت ہے۔''(صحیح مسلم : ۵۹۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو اتنا وقت (قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر) بیٹھے رہتے، جتنے وقت میں یہ کلمات کہے جا سکتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ! أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ ، تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلاَلِ وَالإِکْرَامِ .

''اے اللہ! تو سلام ہے اور تو ہی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ اے عظمت و بزرگی اور بڑی سخاوت و فیاضی والے اللہ! تو بڑا بابرکت ہے۔''(صحیح مسلم : ۵۹۲)

③ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ کلمات ادا فرماتے تھے: لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِیکَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْکُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ ، اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ ، وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلاَ یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ . ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی ہی کی بادشاہی ہے، تعریف بھی اسی کی ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تیری عطا میں کوئی بندش نہیں ڈال سکتا، جسے تو عطا نہ کرے، اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا، تیرے سامنے کسی بخت والے کو اس کا بخت کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔''(صحیح البخاری : ۸٤٤، صحیح مسلم : ۵۹۳)

④ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد انہی کلمات کے ساتھ تہلیل کرتے تھے:

لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهُ لاَ شَرِیکَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْکُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَلاَ نَعْبُدُ إِلَّا إِیَّاهُ ، لَهُ النِّعْمَةُ ، وَلَهُ الْفَضْلُ ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّینَ ، وَلَوْ

كَرِهَ الْكَافِرُونَ .   ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اپنی ذات وصفات میں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، طاقت وقدرت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لیے نعمت ہے اور اسی کے لیے فضل ہے، اچھی تعریف بھی اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، ہم خالص اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں، اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔'' (صحیح مسلم : ٥٩٤)

⑤ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اے معاذ! اللہ کی قسم، میں آپ سے محبت کرتا ہوں تو معاذ رضی اللہ عنہ نے (جواب میں) کہا، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! اللہ کی قسم، میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے معاذ! میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز کے بعد یہ دعا کبھی نہ چھوڑیں: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ .

''اے اللہ! اپنے ذکر وشکر اور حسن وخوبی کے ساتھ اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔''

یہی وصیت سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے راویٔ حدیث اور اپنے شاگرد عبدالرحمٰن بن عسیلہ الصنابحی کو کی، انہوں نے اپنے شاگرد ابوعبدالرحمٰن الحبلی کو کی، انہوں نے اپنے شاگرد عقبہ بن مسلم کو کی۔

(مسند الامام احمد : ٥ /٢٤٤_٢٤٥، سنن ابی داوٗد : ١٥٢٢، سنن النسائی : ١٣٠٣، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ (٧٥١)، امام ابنِ حبان (٢٠٢٠، ٢٠٢١) اور امام حاکم (١/٢٧٣، ٣/٢٧٣) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔ (نتائج الافکار : ٢/٢٨١)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الاذکار للنووی : ص ٦٩، خلاصة الاحکام : ٤٦٨/١)

المويد بن محمد الطّوسی کہتے ہیں: حـديث عزيز حسن . ''یہ عزیز اور حسن حدیث ہے۔''(الاربعین : ص ١٠٠)

⑥ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے، سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ ، وَمَا أَسْرَفْتُ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ . ''اے اللہ! میرے پہلے اور بعد کے گناہ معاف فرما، میرے پوشیدہ اور ظاہری گناہ معاف فرما، جو میں نے اسراف کیا، اس کو بھی معاف فرما، اس گناہ کو بھی معاف فرما، جسے تو مجھ سے خوب جانتا ہے، تو ہی مقدم اور موٴخر ہے، تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔''(صحیح مسلم : ٢٠٢/٧٧١، مسند الامام احمد : ١٠٢/١)

مسلم بن ابی بکرہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے پاس سے گزرے، وہ دعا کر رہے تھے، کہتے ہیں کہ وہ دعائیہ کلمات میں نے بھی سیکھ لیے اور ہر نماز میں ان کے ساتھ دعا کرتا تھا۔ (ایک دن) میرے والد صاحب میرے پاس سے گزرے، میں ان کلمات کے ساتھ دعا کر رہا تھا تو کہنے لگے، اے بیٹا! آپ نے یہ کلمات کہاں سے سیکھے ہیں؟ میں نے کہا، ابا جی! میں آپ کو ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا تو میں نے بھی سیکھ لیے، ان کے والدِ گرامی کہنے لگے، بیٹا! ان دعائیہ کلمات کو پابندی سے ادا کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّی أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ .

''اے اللہ! میں کفر، فقر اور عذابِ قبر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔'' (مسند الامام احمد : ٤٤/٥، سنن النسائی : ٥٤٦٧، المستدرك للحاكم : ٣٥/١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (٧٤٧) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (نتائج

الافکار:۲/۲۹۳) نے ''حسن'' کہا ہے۔

عثمان الشحام راوی ''صدوق، حسن الحدیث'' ہے۔امام احمد،امام ابنِ عدی،امام ابنِ معین، امام ابوزرعہ،امام وکیع،امام ابنِ حبان،امام ابوحاتم اور امام ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

مسلم نامی راوی کو امام ابنِ خزیمہ، امام ابنِ حبان ، امام عجلی اور امام حاکم رحمہم اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

⑦ عن أبی ذرّ أنّ ناسا من أصحاب النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قالوا للنبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم : یا رسول اللّٰہ ! ذهب أهل الدثور بالأجور ، یصلّون کما نصلّی ، ویصومون کما نصوم ، ویتصدّقون بفضول أموالهم ، قال : أولیس قد جعل اللّٰہ لکم ما تصدّقون ؟ إنّ بکلّ تسبیحة صدقة ، وکلّ تکبیرة صدقة ، وکلّ تحمیدة صدقة ، وکلّ تهلیلة صدقة ، وأمر بالمعروف صدقة ، ونهی عن منکر صدقة ، وفی بضع أحدکم صدقة ، قالوا : یا رسول اللّٰہ ! أیأتی أحدنا شهوته ویکون له فیها أجر ؟ قال : أرأیتم لو وضعها فی حرام أکان علیه فیها وزر ؟ فکذلک إذا وضعها فی الحلال کان له أجر .

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! امیر لوگ اجروثواب کی بازی لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں، وہ صدقہ بھی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو صدقہ کے اسباب مہیا نہیں کیے؟ یقیناً ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تحلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور بیوی سے مباشرت کرنا صدقہ ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ تو آدمی اپنی شہوت مٹاتا ہے، اس میں بھی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا خیال ہے، اگر وہ

بدکاری کا ارتکاب کرتا تو اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو اس کے لیے اجر ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۰۰۶)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نادار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی، مالدار لوگ بلند درجات اور دائمی نعمتوں میں سبقت لے گئے، وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، ان کے پاس زائد مال ہے، وہ اس سے حج وعمرہ کرتے ہیں، جہاد اور صدقہ کرتے ہیں۔ فرمایا، کیا میں آپ کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر آپ اس پر عمل پیرا ہو گئے تو سبقت لے جانے والوں کے برابر ہو جاؤ گے، آپ کا کوئی ثانی نہیں ہوگا، آپ سب سے بہتر بن جائیں گے، سوائے اس شخص کے جو آپ جیسا عمل کرے۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰه ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور ۳۳ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں۔

(صحیح البخاری: ۸۴۳، صحیح مسلم: ۵۹۵)

صحیح مسلم (۵۹۵) کی روایت میں ہے کہ وہ نادار مہاجر صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن کر ہمارے جیسا عمل شروع کر دیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے نواز دے۔

صحیح بخاری (۶۳۲۹) میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد ۱۰ بار سبحان اللہ ، ۱۰ بار الحمدللہ اور ۱۰ بار اللہ اکبر کہنے کا حکم فرمایا تھا۔

عن أبی ذرّ ، قال : قلت : یا رسول اللّٰه ، سبق أهل الأموال الدثر بالأجر ، یقولون کما نقول ، وینفقون ولا ننفق ، فقال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : أفلا أدلّک علی عمل إذا أنت قلته أدرکت من قبلک ، وفتّ من بعدک ، إلّا من قال مثل قولک ، تسبّح دبر کلّ صلاة ثلاثا وثلاثین ، وتحمد اللّٰه ثلاثا وثلاثین ، وتکبّر أربعا وثلاثین .

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مالدار اجر وثواب کی بازی لے گئے ہیں، وہ

کہتے ہیں، جو ہم کہتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں، جو ہم خرچ نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا میں آپ کو ایسے عمل کی رہنمائی نہ کروں، جب آپ وہ عمل کریں گے تو جو شخص آپ سے سبقت لے گیا ہے، اس کے مقام و مرتبہ کو پالو گے، اپنے بعد آنے والے سے سبقت لے جاؤ گے، سوائے اس شخص کے جو آپ والا عمل کرے۔ آپ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔''

(مسند الحمیدی : ۱۳۳، سنن ابن ماجه : ۹۲۷، مسند الامام احمد : ۱۵۸/۵، الاوسط لابن المنذر : ۱۵۵۸، وسندهٗ حسن ، وصححه ابن خزيمة : ۷۴۷)

اس کا راوی عاصم بن سفیان ''حسن الحدیث'' ہے، اس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

معقّبات لا يخيب قائلهن أو فاعلهنّ دبر كلّ صلاة مكتوبة ثلاث وثلاثون تسبيحة ، وثلاث وثلاثون تحميدة ، وأربع وثلاثون تكبيرة .

''ہر (فرض) نماز کے بعد چند کلمات کہے جاتے ہیں، یہ کلمات کہنے والا ناکام و نامراد نہیں ہوسکتا، وہ یہ ہیں کہ ۳۳ بار سبحان اللہ ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہیں۔''(صحيح مسلم : ۵۹٦)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے ہوئے، اس نے سو پورا کرتے ہوئے کہا: **لاَ إِلٰــهَ إِلَّا الـلّٰــهُ وَحْـدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .**

تو اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''(صحيح مسلم : ۵۹۷)

عن ابن عمر أنّ رجلا رأى فيما يرى النائم ، قيل له : بأىّ شيء أمركم نبيّكم صلى الله عليه و سلم ؟ قال : أمرنا أن نسبّح ثلاثا وثلاثين ، ونحمّد ثلاثا وثلاثين ، ونكبّر أربعا وثلاثين ، فتلك مائة ، قال : سبّحوا خمسا وعشرين ، واحمدوا خمسا وعشرين ، وكبّروا خمسا وعشرين ، وهلّلوا خمسا وعشرين ، فتلك مائة ، فلمّا أصبح ذكر ذلك للنبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم فقال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : افعلوا كما قال الأنصارىّ .

''سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا، اسے خواب میں کہا گیا، تمہارے نبی تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں، اس نے کہا، آپ نے ہمیں ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا ہے، یہ پورا سو ہے، آپ نے فرمایا، ۲۵ بار سبحان اللہ، ۲۵ بار الحمدللہ، ۲۵ بار اللہ اکبر اور ۲۵ بار لاالٰہ الااللہ کہو، یہ پورا سو ہے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اس کا ذکر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے کرو، جیسے انصاری کہہ رہا ہے۔'' (السنن المجتبٰی للنسائی : ۱۳۵۲، السنن الکبرٰی للنسائی : ۱۲۷٤، الدعاء للطبرانی : ۷۳۰، مسند السراج بتحقیق الشیخ ارشاد الحق الاثری : ۸۸۱، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خصلتان لا يحصيهما عبد إلّا دخل الجنّة ، وهما يسير ، ومن يعمل بهما قليل ، يسبّح اللّٰه أحدكم فى دبر كلّ صلاة عشرا ، ويحمّده عشرا ، ويكبّره عشرا ، فتلك خمسون ومئة باللسان ، وألف وخمس مائة فى الميزان ، وإذا أوٰى إلى فراشه يسبّح ثلاثا وثلاثين ، ويحمّد ثلاثا وثلاثين ، ويكبّر أربعا وثلاثين ، فتلك مائة باللسان ، وألف فى الميزان ، قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : فأيّكم يعمل فى يوم وليلة ألفين وخمس مائة سيّئة ؟

قال عبد اللّٰہ بن عمرو : ورأیت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یعقدھنّ بیده ، قال : فقیل : یا رسول اللّٰہ ! وکیف لا یحصیھا ؟ قال : یأتی أحدکم الشیطان ، وھو فی صلاته ، فیقول : اذکر کذا ، اذکر کذا ، ویأتیه عند منامه فینوّمه . ’’دوایسے(خوبی والے) کام ہیں، جوبھی(مؤحدومتقی)انسان ان کی حفاظت وپابندی کرے گا،وہ جنتی ہے،وہ کام بھی آسان ہیں،مگران پرعمل پیراہونے والےلوگ تھوڑے ہیں،جوکوئی تم میں سے ہرنماز کے بعددس بار سبحان اللہ،دس بار الحمدللہ اوردس بار اللہ اکبر کہے گا،یہ زبان پرگنتی کے اعتبار سے ایک سو پچاس ہیں اورمیزان میں نیکیوں کے اعتبار سے پندرہ سو ہیں،جب سونے کے لیے بستر پر لیٹے تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہے،یہ زبان پرسو ہیں،لیکن میزان میں ایک ہزار ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،کون ہے جودن،رات میں پچیس سوگناہ کرتا ہے؟سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ یہ کلمات اپنے ہاتھ مبارک پرشمار کررہے تھے، آپ سے عرض کیا گیا،اے اللہ کے رسول!کوئی کیسے ان کی حفاظت نہیں کرسکے گا؟فرمایا،وہ حالتِ نماز میں ہوگا کہ شیطان اس کے پاس آکر کہے گا،فلاں فلاں بات کو یادکرو،(وہ یہ ذکر بھول جائے گا اور پندرہ سونیکیوں سے محروم ہوجائے گا)۔سوتے وقت اس کے پاس آکراس کو سُلا دے گا(وہ ہزار نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور یوں پچیس سونیکیوں کی محرومی کا سامنا کرنا پڑے گا)۔‘‘(مسند الامام احمد : ۲/۱۶۰۔۱۶۱، ۲/۲۰۵، مسند الحمیدی : ۵۸۳، سنن ابی داوٗد : ۱۵۰۲، ۵۰۶۵، سنن ابن ماجه : ۹۲۶، سنن الترمذی : ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۸۶، سنن النسائی : ۱۳۴۹، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کوامام ترمذی رحمہ اللہ نے’’حسن صحیح‘‘،امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۲۰۱۲، ۲۰۱۸، واللفظ لهٗ)اورحافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (نتائج الافکار:۲/۲۶۶)نے’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سندکو’’صحیح‘‘ قراردیا ہے۔

(الاذكار للنووی: ۲۰۵/۱، بتحقیق سلیم الهلالی)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی شادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی تو ان کو جہیز میں ایک چادر، ایک عدد کھال کا تکیہ، جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے دیئے۔ ایک دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے کنویں سے ڈول نکالا ہے، جس سے میرے سینے میں درد ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدِ گرامی کو (مالِ غنیمت میں) قیدی عطا فرمائے ہیں، آپ جایئے اور آپ ﷺ سے خادمہ کا سوال کیجیے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، اللہ کی قسم! چکی پیسنے سے میرے بھی ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ وہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، بیٹی! کہو، کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا، سلام عرض کرنے کے لیے آئی ہوں، شرم کے مارے آپ ﷺ سے خادمہ کا سوال نہ کرسکیں، ویسے ہی واپس لوٹ گئیں، واپسی پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا بنا؟ کہنے لگیں، میں شرما گئی تھی۔

بعد ازاں دونوں اکٹھے نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض گذاری کی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے کنویں سے ڈول نکالا، جس سے میرے سینے میں درد ہو گیا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ چکی پیسنے سے میرے بھی ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالِ غنیمت میں قیدی عطا فرمائے ہیں، آسودہ حال کر دیا ہے، لہٰذا ہمیں بھی خادم عنائت کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں دے دوں، اور اصحابِ صفہ کو نظر انداز کر دوں۔ وہ بے چارے بھوک سے نڈھال ہیں، میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں۔ میں ان قیدیوں کو بیچ کر ساری رقم ان پر خرچ کروں گا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں (خالی ہاتھ) واپس لوٹ آئے۔ بعد ازاں نبیٔ اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے، وہ دونوں میاں بیوی ایک ہی چادر میں لیٹے تھے۔ وہ چادر ان کے سر کو ڈھانپتی تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں کو ڈھانپتی تو سر ننگے ہو جاتے۔ دونوں اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے

فرمایا، اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، پھر فرمایا، جس چیز کا آپ دونوں نے سوال کیا ہے، کیا میں اس سے بہتر چیز کے بارے میں تمہیں خبر نہ دوں ؟ تو انہوں نے عرض کیا ، جی ہاں ، کیوں نہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ چند کلمات ہیں، جو مجھے جبریل امین علیہ السلام نے سکھائے ہیں، فرمایا، ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمدللہ اور دس بار اللہ اکبر کہیں، جب سونے کے لیے بستر پر لیٹیں تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، اللہ کی قسم ! جب سے میں نے یہ کلمات رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں، تب سے کبھی نہیں چھوڑے۔ ابن الکواء نے کہا، صفین والی رات بھی نہیں چھوڑے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عراقیو! تم پر اللہ کی مار پڑے، میں نے صفین والی رات بھی ان کلمات کو پڑھے بغیر نہیں چھوڑا۔''

(مسند الامام احمد : ۱۰۴/۱، ۱۰٦، ۱۰۷، طبقات ابن سعد : ۲۸/۸، مشکل الآثار للطحاوی : ٤۰۹۹، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔(المستدرك للحاكم : ۱۸۵/۲)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وفيه عطاء بن السائب ، وقد سمع منه حمّاد بن سلمة قبل اختلاطه ، وبقيّة رجاله ثقات .** ''اس میں عطاء بن سائب راوی ہیں (جو کہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے)، ان سے حماد بن سلمہ نے اختلاط سے پہلے سنا ہے، اور باقی راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : ۱۰۰/۱۰)

حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وإسنادهٗ جيّد ، ورواته ثقات ، وعطاء بن السائب ثقة ، وقد سمع منه حمّاد بن سلمة قبل اختلاطه .**

''اس کی سند عمدہ ہے اور راوی ثقہ ہیں، عطاء بن سائب ثقہ ہیں، ان سے حماد بن سلمہ نے ان کے اختلاط سے پہلے سنا تھا۔'' (الترغيب والترهيب للمنذری : ۲۳۷۱)

⑧ ابو مروان سے روایت ہے کہ کعب بن ماتع رحمہ اللہ نے ان کے لیے اللہ کی قسم

کھائی، وہ اللہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو پھاڑا تھا، یقیناً ہم تورات میں یہ بات پاتے ہیں کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے، کعب بیان کرتے ہیں کہ صہیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہی دعائیہ کلمات پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِيْنِيَ الَّذِي جَعَلْتَهُ لِي عِصْمَةً ، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِيْ جَعَلْتَ فِيهَا مَعَاشِيْ ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ ، وَأَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ ، لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ . ''اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما، جسے تو نے میرے لیے (جہنم سے) بچاؤ کا ذریعہ بنایا ہے، میری دنیا کی درستی فرما، جس میں تو نے میری معیشت کا سامان پیدا کیا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیری ناراضی سے پناہ پکڑتا ہوں، میں تیرے قہر و عذاب سے تیری پناہ پکڑتا ہوں، تیری عطا میں کوئی بندش نہیں ڈال سکتا، جسے تو نہ دے، اسے کوئی نہیں دے سکتا۔ تیرے سامنے کسی بخت والے کو اس کا بخت کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔'' (سنن النسائی : ١٣٤٧، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (٧٤٥)، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (٢٠٢٦) نے ''صحیح'' اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔ (نتائج الافکار لابن حجر : ٣١٨/٢)

امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا الحديث من جياد الأحاديث .** ''یہ حدیث عمدہ احادیث میں سے ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء : ٤٦/٦)

اس کا راوی ابومروان ''حسن الحدیث'' ہے، اس کو امام ابنِ خزیمہ، امام ابنِ حبان، امام عجلی اور حافظ ذہبی (الکاشف: ٣٣٢/٣) رحمہم اللہ نے ثقہ کہا ہے۔

⑨ طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مرد اور عورتیں صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، کوئی کہتا، اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھ لوں تو کیا

پڑھوں؟ تو آپ فرماتے ، یہ دعا پڑھو، دنیا اور آخرت کی بھلائیاں آپ کے لیے سمٹ آئیں گی :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ، وَارْحَمْنِیْ ، وَاھْدِنِیْ ، وَعَافِنِیْ ، وَارْزُقْنِیْ .

''اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پر رحمت فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت دے، مجھے رزق عطا فرما۔'' (صحیح ابن خزیمۃ : ٧٤٤، مسند السراج : ٨٥٩، واللفظ لهما ، صحيح مسلم : ٢٦٩٧، سنن ابن ماجه : ٣٨٤٥)

⑩ **سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے، جیسے کوئی معلم بچوں کو تعلیم دیتا ہے، وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتے تھے :**

اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ ، وَأَعُوْذُ بِکَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا ، وَأَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ . **''اے اللہ! میں کنجوسی، بُزدلی، عمر کے آخری حصے میں لاچاری بڑھ جانے اور دانائی کے جاتے رہنے، فتنۂ دنیا اور عذابِ قبر سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔''**

(مصنف ابن ابی شیبة : ١٠/١٨٨، صحيح البخاری : ٦٣٩٠، سنن الترمذی : ٣٥٦٧، صحيح ابن خزيمة : ٧٤٦، صحيح ابن حبان : ٢٠٢٤، واخرجه احمد : ١/١٨٣، ١٨٦، والبخاری : ٦٣٦٥)

⑪ **سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت میرے پاس آئی، اس نے کہا، پیشاب کی وجہ سے عذابِ قبر ہوتا ہے، میں نے کہا، تو جھوٹ بولتی ہے۔ اس نے کہا، ہاں ، ہم (جہاں پیشاب لگ جاتا، وہاں سے) جلد اور کپڑا کاٹ دیتے تھے، بعد ازاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے، ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ شور کیسا؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس یہودی عورت کی بات بتائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ سچ کہتی ہے، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ہر فرض) نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھتے تھے :**

رَبَّ جِبْرِيلَ ، وَمِيكَائِيلَ ، وَإِسْرَافِيلَ ، أَعِذْنِيْ مِنْ حَرِّ النَّارِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ . ''اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کے ربّ! مجھے جہنم کی گرمائی اور عذاب قبر سے بچالے۔''

(سنن النسائی : ١٣٤٦، ٥٥٢١، مسند الامام احمد : ٦١/٦، وسندہٗ حسنٌ)

⑫ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی نماز سے فارغ ہو تو یہ ''سید الاستغفار'' پڑھ لے: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ ، وَأَنَا عَبْدُکَ ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ ، أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ، أَبُوْءُ بِنِعْمَتِکَ عَلَيَّ ، وَأَبُوْءُ بِذَنْبِي ، فَاغْفِرْ لِيْ ، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ . ''اے اللہ! تو میرا خالق ہے، میں تیرا بندہ ہوں، میں حسبِ استطاعت تیرے عہد وعدہ پر قائم ہوں، میں تیری پناہ پکڑتا ہوں، اس چیز کی برائی سے جو میں نے کی، میں اقرار کرتا ہوں کہ مجھ پر تیری نعمتیں ہیں، مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے، تو مجھے معاف فرما، تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں۔''(مسند البزار : ٣٤٨٨، وسندہٗ صحیحٌ)

⑬ ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد سو بار پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ ، إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ .

''اے اللہ! مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما، یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٣٤/١٠، ح : ٢٩٧٥٤، وسندہٗ صحیحٌ)

⑭ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ ، وَبَارِکْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ .

''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میرے معاملات میں آسانی فرما اور میرے رزق میں برکت دے۔''(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٢٨/١٠، وسندہٗ صحیحٌ)

⑮ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ آية الكرسيّ دبر كلّ صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنّة إلّا الموت . **''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، سوائے موت کے کوئی چیز اس کو جنت میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتی۔''** (السنن الکبریٰ للنسائی : ۹۹۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی : ۱۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۳۴/۸، کتاب الصلاۃ لابن حبان کما فی اتحاف المهرة لابن حجر : ۲۵۹/۶، ح : ٦٤٨٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ اور حافظ منذری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (۱/ ۳۰۷) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ (التعقبات علی الموضوعات : ۸) نے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ وائلی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ''حسن'' کہا ہے (کما فی التذکرۃ للقرطبی : ۲۴)، حافظ ضیاء المقدسی (کما فی نتائج الافکار : ۲/ ۲۷۸۔۲۷۹)، حافظ ابنِ عبدالہادی اور حافظ ابنِ حجر (النکت علی ابن الصلاح : ۲/ ۸۴۹) رحمہم اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ آية الكرسيّ في دبر الصلاة المكتوبة كان في ذمّة الله إلى الصلاة الأخرى . **''جس نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی، وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔''** (المعجم الکبیر للطبرانی : ۸٤/۳، ح : ۲۷۳۳، کتاب الدعاء للطبرانی : ٦۷٤، وسندهٗ حسنٌ)

اس کی سند میں کثیر بن یحییٰ راوی ہے، جس کو حافظ ازدی نے ''ضعیف'' کہا ہے، جبکہ وہ خود ''ضعیف'' ہے۔ امام ابنِ حبان اور امام ابوزرعہ نے کثیر بن یحییٰ کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محلّه الصدق . ''یہ صدوق درجہ کا راوی ہے۔''

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے، وہ اس سے روایت لیتے تھے، جو ان کے والد احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہو۔

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (الترغیب والترهیب : ۲۲۷٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن'' کہا ہے۔(مجمع الزوائد للهيثمی : ۱۰۲/۱۰)

⑯ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **أمرني رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم أن أقرأ بالمعوّذات دبر كلّ صلاة .** ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے کا حکم فرمایا۔''(عمل اليوم والليلة لابن السنی : ۱۲۳، وسندهٗ صحيحٌ ، واخرجه احمد : ۱۵۵/٤، وسندهٗ صحيحٌ ، واخرجه ابوداؤد : ۱۵۲۳، والنسائی : ۱۳۳۷، واحمد : ۲۰۱/٤، وصححه ابن خزيمة : ۷۵۵، وابن حبان : ۲۳٤۷(موارد) ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **هذا حديث حسن غريب .**

''یہ حدیث حسن غریب ہے۔''(ميزان الاعتدال للذهبی : ٤۳۳/٤)

⑰ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا نماز ادا فرماتے تو چند (دعائیہ) کلمات پڑھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر بات کرنے والا خیر و بھلائی اور نیکی کی بات کرے گا تو اس بات پر قیامت تک کے لیے مہر ثبت کر دی جائے گی، اگر اس کے علاوہ کوئی بات کرے گا تو یہ دعا اس کے لیے باعثِ کفارہ ہوگی، وہ دعا یہ ہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ ، أَسْتَغْفِرُکَ وَأَتُوبُ إِلَيْکَ . ''اے اللہ! تو پاک ہے، تیری ہی تعریف ہے، تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، میں تجھ سے معافی کا سوال کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(مسند الامام احمد : ۷۷/٦، سنن النسائی الصغریٰ : ۱۳٤۵، سنن النسائی الکبریٰ : ۱۲٦۷، الدعاء للطبرانی : ۱۹۱۲، شعب الايمان للبيهقی : ٦۲۰، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(النكت : ۷۳۳/۲)

⑱ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں

نماز ادا کرتے تو ہمیں آپ ﷺ کی دائیں جانب کھڑا ہونا اچھا لگتا تھا، (سلام پھیرنے کے بعد) آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے، میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ . ''اے میرے رب! مجھے اس دن عذاب سے بچالے، جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔''(صحیح مسلم: ۷۰۹)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! جب آپ نماز پڑھ لیں تو یہ دعا کریں:

اَللّٰهُمَّ ! إِنِّیْ أَسْأَلُکَ الطَّيِّبَاتِ ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاکِينِ ، وَأَنْ تَتُوبَ عَلَيَّ ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي النَّاسِ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُونٍ .

''اے اللہ! میں تجھ سے نیکیاں اپنانے، برائیاں چھوڑنے، مساکین سے محبت اور توبہ کی قبولیت کا سوال کرتا ہوں اور جب تو لوگوں میں آزمائش (عذاب) کا ارادہ کرے تو مجھے صحیح سلامت فوت کر لینا۔''

(مسند الامام احمد : ٦٦/٤، ٣٧٨/٥، وسندہٗ صحیحٌ ، والحدیث صحیحٌ)

ذکرِ الٰہی بڑی چیز ہے، اس سے دلوں کو اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے، دل و جان کی تطہیر اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ رزق اور زندگی میں برکت نصیب ہوتی ہے۔ ان دعاؤں اور اذکار سے جہاں عقیدے کا اظہار ہوتا ہے، وہاں تجدید بھی ہوتی ہے۔ یہ شیطان کے شر سے بچنے کے لیے حصنِ حصین ہیں۔ نمازوں کے بعد کے اذکار اور دعائیں لکھ دی گئی ہیں، خود بھی یاد کریں اور اپنے بچوں کو بھی یاد کرائیں۔ ان کی ادائیگی میں صرف پانچ منٹ صرف کر کے دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے دامن بھر لیں۔

دعوت اور کھانے کے آداب

دعوتیں، ضیافتیں اور تقریبات اجتماعی زندگی کا حصہ ہیں۔ اسلام کی نظر میں مسلمانوں کا طیبات پر جمع ہونا مستحسن ہے۔ قبولِ دعوت، سنت اور شعارِ اسلام ہے۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اس کی دعوت کو قبول کرے۔

ہمارے ہاں ولیمہ کی دعوت وتقریب میں خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، ان دعوتوں کی اہمیت مندرجہ ذیل احادیث سے عیاں ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آپ میں سے کوئی اپنے بھائی کو ولیمہ وغیرہ کی دعوت دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے قبول کرے۔'' (صحيح مسلم: ١٤٢٩/١٠٠)

نیز نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''بے برکت اور اجروثواب سے خالی کھانوں میں سے ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس میں امیروں، وزیروں کو تو مدعو کیا جاتا ہے، مساکین وفقراء کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے، جو دعوت کو قبول نہ کرے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔'' (صحيح البخاري: ٥١٧٧، صحيح مسلم: ١٤٣٢)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعوت پر بلایا جائے تو دعوت قبول کرے۔ اگر حالتِ روزہ میں ہو تو (برکت کی) دعا دے دے، اگر روزہ دار نہیں تو کھانا کھالے۔'' (صحيح مسلم: ١٤٣١)

تاسف ہے کہ مسلمان ان دعوتوں میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا خون کرتے ہیں۔ کفار کی دیکھا دیکھی کھانے کے شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

شادی بیاہ کی تقریبات چوکوں، چوراہوں، گلیوں اور سڑکوں پر منعقد کی جاتی ہیں، یہ خلافِ

ادب وتہذیب ہے اور باعثِ ایذا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''راستوں پر بیٹھنے سے بچو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، ہم بیٹھ کر (ضروری) باتیں کرتے ہیں تو فرمایا، اگر انکار کرو (بیٹھنا ہی ہے) تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا، نگاہیں نیچی رکھو، ایذا رساں چیزوں کو راستے سے دور کرو، سلام کا جواب لوٹاؤ، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو۔'' (صحیح البخاری: ٦٢٢٩، صحیح مسلم: ٢١٢١)

اس فرمانِ نبوی کے پیشِ نظر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ آیا ہم ان پاکیزہ تعلیمات کا کتنا لحاظ کرتے ہیں۔ ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے، گزرگاہوں کو مسدود کر دیا جاتا ہے، جس سے راہگیروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کھونٹے روڈ میں گاڑ دیئے جاتے ہیں، جن سے سڑکیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں، ڈیک لگا کر شرفاء کو ستایا جاتا ہے۔ مردوزن کے اختلاط سے حیاباختہ مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔ تصویر اتارنا، ناچ گانا، لڈی بھنگڑا اور آتش بازی کا مظاہرہ کر کے قومی املاک کو برباد کیا جاتا ہے، ہوائی فائرنگ، جس سے کتنی ہلاکتیں واقع ہو جاتی ہیں، فحاشی وعریانی عروج پر ہوتی ہے۔

اسراف وتبذیر میں پڑ کر شیطان کے ساتھ بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کو اپنایا اور اسلامی تہذیب کو للکارا جاتا ہے۔

للہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنالیں!

دوسری بات یہ ہے کہ دعوت مختصر ہو۔ ایک دو کھانوں پر اکتفا کرنے میں عافیت ہے۔ اس سے آدمی فضول خرچی سے بچ جاتا ہے اور زیادہ مہمان کھانا کھا سکتے ہیں۔

کھانوں میں تکلفات سے اجتناب کیا جائے، دعوت میں امیر وغریب برابر کے شریک ہوں، کوشش کریں کہ نیک اور شریف لوگ آپ کا مال کھائیں۔ اسراف وتبذیر سے مجتنب ہو کر

ریا کاری اور دکھلاوا کو بالائے طاق رکھ کر سنتِ نبوی کو پیشِ نظر رکھ کر لوجہ اللہ دعوت دی جائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی نصیب ہوگی، باہمی محبت ومودّت بڑھے گی، ایثار وقربانی کا جذبۂ صادقہ پروان چڑھے گا۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ مدعوین کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، دھوتک دھیا برپا ہو جاتا ہے، صبر وتحمل اور تہذیب وشرافت کا جنازہ نکل جاتا ہے، ہر کوئی دوسرے سے سبقت لے جانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔

چاہیے تو یہ کہ حاضرین باوقار طریقہ سے کھانے کی طرف بڑھیں، دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیں، بسم اللہ پڑھ کر کھانا ڈالیں۔

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے آداب سے یوں شناسا کیا:

''اے بیٹا! (کھانے کے شروع میں) اللہ کا نام لے، یعنی بسم اللہ پڑھ۔ دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔'' (صحیح البخاری: ٥٣٧٦، صحیح مسلم: ٢٠٢٢)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھانا کھاتے تو اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے پر جمع ہوئے، ایک بچی یوں دوڑتی ہوئی آئی، جیسے اسے دھکیلا جا یا رہا ہو۔ آکر اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک دیہاتی نے اسی طرح آکر ہاتھ ڈالنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا، اگر کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اسے اپنے لیے حلال کر لیتا ہے۔ وہ اس بچی کے ساتھ آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس دیہاتی کے ساتھ آکر اس نے کھانا اپنے حلال کرنا چاہا تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! شیطان کا ہاتھ بچی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔'' (صحیح مسلم: ٢٠١٧)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ کھانے کی مجلس میں اگر علماء وفضلاء اور صلحاء موجود ہوں

تو وہ پہل کریں، ساتھ دوسرے لوگ شریک ہو جائیں۔

اگر بچے ہوں تو ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کریں، علیحدہ کھانا ڈال کر مت دیں، اس سے کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ بچے سیر ہو کر کھانا بھی نہیں کھا سکتے، اگر کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گئے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ پڑھیں۔

(مسند الامام احمد : ٢٠٧/٦۔٢٠٨، سنن ابی داوٗد : ٣٧٦٧، سنن الترمذی : ١٨٥٨، وقال : حسن صحيح ، المستدرك على الصحيحين للحاكم : ١٠٨/٤، وقال : صحيح الاسناد ، وهو كما قال)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۵۲۱۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

کھانے کے آداب میں انتہائی ضروری ادب یہ بھی ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔'' (صحيح مسلم : ٢٠١٩)

مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ ان کو پتا نہیں کہ کھانا کون سے ہاتھ سے تناول کرنا ہے، کفار کی تقلید میں بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے نظر آتے ہیں، بلکہ بعض جگہوں میں ایسے سائن بورڈ دیکھنے میں آئے ہیں، جن پر بائیں ہاتھ سے کھانا پینا دکھایا گیا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات سے انحراف واعراض کی دلیل ہے اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔

بسیار خوری سے بچیں، ضرورت کے مطابق کھانا ڈالیں، طلب ہو تو دوبارہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ جب ضرورت سے زائد کھانا لیا جائے گا تو ضائع ہو جائے گا۔ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے:

''ایک کا کھانا دو کو ، دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کا کفایت کرتا ہے۔'' (صحيح مسلم : ٢٠٥٩)

کھانا ضائع کرنا کفرانِ نعمت ہے، اسے ضائع ہونے سے بچایئے، برتن اچھی طرح صاف

کیا جائے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب لقمہ گر جائے تو (کھانے والا) اسے اٹھالے اور پونچھ کر کھالے، اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے، اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھے، جب تک انگلیاں نہ چاٹ لے، وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت رکھی گئی ہے؟'' (صحیح مسلم : ۱۳٤/۲۰۳۳)

جب لقمہ اٹھا کر کھانے کا حکم ہے تو پلیٹ میں کھانا چھوڑ کر ضائع کر دینا کہاں کا ادب ہے؟

حدیثِ پاک میں تو انگلیاں چاٹنے سے پہلے رومال وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں، کہیں انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانا ضائع کر کے برکت کو ضائع نہ کر دیں۔

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو (رومال یا ٹشو پیپر) سے صاف نہ کرے، یہاں تک کہ وہ انگلیاں خود چاٹ لے یا دوسرے کو چٹا دے۔''

(صحیح البخاری : ٥٤٥٦، صحیح مسلم : ۱۲۹/۲۰۳۱)

یہ حسنِ معاشرت کی بے نظیر مثال ہے کہ ایک مسلمان کا دل دوسرے کے بارے میں اتنا صاف ہو کہ وہ اس کی انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے میں بھی تنفیر و تحقیر محسوس نہ کرے۔

جب کھانا ایک ہی جنس کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پیالے (برتن) کے کناروں سے کھائے، کیونکہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے۔''

(سنن ابی داوٗد : ۳۷۷۲، وسندہٗ صحیحٌ)

چھوٹے چھوٹے لقمے لیے جائیں، خوب چبا کر کھانا کھایا جائے، منہ بند کر کے چبایا جائے، گرم کھانے سے اجتناب کیا جائے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''بھاپ نکلنے تک کھانا نہ کھایا جائے۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۲۸۰/۷، وسندہٗ حسنٌ)

کھانے کے ساتھ ہاتھ صاف کرنا قبیح عادت ہے، کھانا بیٹھ کر کھایا جائے، البتہ کھڑے ہو کر کھانا پینا جائز ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین سانسوں میں پانی پیتے تھے۔(صحیح البخاری : ٥٦٣١، صحیح مسلم : ٢٠٢٨)

پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا اور پھونکنا منع ہے۔(مسند الحمیدی : ٥٢٥، سنن ابی داوٗد : ٣٧٢٨، سنن الترمذی : ١٨١٨، سنن ابن ماجه : ٣٤٢٩، وسندهٗ صحیحٌ)

کھانے میں عیب مت ٹٹولیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر کوئی چیز اچھی لگے تو کھا لیتے، اگر ناپسند ہوتی تو چھوڑ دیتے تھے۔''(صحیح البخاری : ٥٤٠٩، صحیح مسلم : ٢٠٦٤)

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں، اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جو دعائیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہیں، وہ پڑھیں۔

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھا کر یہ دعا پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دے گا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ .

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے یہ رزق عطا فرمایا۔''(عمل الیوم واللیلة لابن السنی : ٤٦٦، وسندهٗ حسنٌ)

کھانا کھلانے یا پیش کرنے والے کے حق میں بھی دعا کریں۔

گھوڑا حلال ہے!

گھوڑا حلال ہے، کیونکہ:

① سیدہ اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: **نحرنا فرسا علی وعهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فأكلناه .** ”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا، پھر اس کو کھالیا۔“

(صحيح البخاری : ۸۲۹/۲، ح : ۵۵۱۹، صحيح مسلم : ۱۵۰/۲، ح : ۱۹۴۲)

سنن النسائی (۴۴۲۶، وسندہٗ صحیح) کی روایت میں ہے: **ونحن بالمدينة ، فأكلناه .** ”ہم اس وقت مدینہ میں تھے، پھر ہم نے اسے کھایا۔“

حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱۔۷۷۴ھ) یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فهذه أدلّ وأقوى وأثبت ، وإلى ذلك صار جمهور العلماء ، مالك ، والشافعيّ ، وأحمد ، وأصحابهم ، وأكثر السلف والخلف .

”یہ حدیث زیادہ بہتر دلیل، زیادہ قوی اور زیادہ ثابت ہے، جمہور علمائے کرام، جیسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ اسی طرف گئے ہیں اور اکثر سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔“ (تفسير ابن كثير : ۳۴/٤، بتحقيق عبد الرزاق المهدی)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: **إنّ رسول اللّه صلّى الله عليه وسلّم نهى يوم خيبر عن لحوم الحمر الأهليّة ، وأذن فى لحوم الخيل .** ”بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا اور گھوڑوں کے گوشت کھانے کی اجازت فرمائی۔“

(صحيح البخاری : ۸۲۹/۲، ح : ۵۵۲۰، صحيح مسلم : ۱۵۰/۲، ح : ۱۹۴۱)

علامہ سندھی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: **یدلّ علی حلّ لحوم الخیل ، وعلیه الجمهور .** ''یہ حدیث گھوڑے کے گوشت کے حلال ہونے پر دلالت کرتی ہے، جمہور کا یہی مذہب ہے۔''(حاشیة السندی علی سنن النسائی : ۲۰۱/۷)

③ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رأیت أصحاب المسجد ، أصحاب ابن الزبیر یأکلون الفرس والبرذون ، قال : وأخبرنی أبو الزبیر أنّه سمع جابر بن عبد اللّٰه یقول : أکلنا زمن خیبر الخیل وحمیر الوحش ، ونهانا النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم عن أکل الحمار .**

''میں نے اس مسجد والوں، یعنی (صحابیٔ رسول) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو دیکھا ہے کہ وہ عربی اور عجمی گھوڑا کھاتے تھے، نیز مجھے ابوالزبیر نے بتایا کہ انہوں نے سیدنا جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم خیبر کے زمانے میں گھوڑے اور وحشی (جنگلی) گدھے کھاتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھریلو گدھوں کو کھانے سے منع فرمایا تھا۔''

(مصنف عبد الرزاق : ۸۷۳۷، وسندهٗ صحیحٌ ، صحیح مسلم : ۱۵۰/۲، ح : ۱۹٤۱)

④ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: **نهی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم عن لحوم الحمر ، وأمر رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم بلحوم الخیل أن یؤکل .** ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کو کھانے کا حکم فرمایا۔''(المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۲۸۲۰، سنن الدارقطنی : ۲۹۰/۱، ح : ٤۷۳۷، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔(فتح الباری لابن حجر : ٦٥٠/۹)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **ورجالهما رجال الصحیح خلا محمد ابن عبید المحاربیّ ، وهو ثقة .** ''اس کے ساری راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، سوائے محمد بن عبید المحاربی کے اور وہ ثقہ ہے۔''(مجمع الزوائد : ٤۷/٥)

⑤ اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں: **كان لنا فرس على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، فأرادت أن تموت ، فذبحناها ، فأكلناها .**

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہمارا ایک گھوڑا تھا، وہ مرنے لگا تو ہم نے اسے ذبح کرلیا، پھر اس کو کھالیا۔''(سنن الدارقطنی : ٢٨٩/٤، ح : ٤٧٣٩، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: **ذبحنا فرسا على عهد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، فأكلنا نحن وأهل بيته .** ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا، پھر ہم نے بھی اسے کھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے بھی۔''(سنن الدارقطنی : ٢٨٩/٤، ح : ٤٧٤١، وسندهٗ حسنٌ)

⑦ امام ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: **نحر أصحاب عبد الله فرسا ، فقسموه بينهم .** ''سیدنا عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے شاگردوں نے گھوڑا ذبح کیا، پھر اسے آپس میں تقسیم کرلیا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٥٦/٨، وسندهٗ صحیحٌ)

⑧ نیز فرماتے ہیں: **إنّ الأسود أكل لحم فرس .**

''امام اسود بن یزید تابعی رحمہ اللہ نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٥٦/٨، وسندهٗ صحیحٌ)

⑨ امام حکم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں: **إنّ شريحا أكل لحم فرس .** ''امام شریح رحمہ اللہ نے گھوڑے کا گوشت کھایا۔''(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٥٦/٨، وسندهٗ صحیحٌ)

⑩ عبداللہ بن عون کہتے ہیں: **سألت محمّدا عن لحوم الخيل ، فلم ير بها بأسا .** ''میں نے امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ سے گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة : ٢٥٧/٨، وسندهٗ صحیحٌ)

⑪ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا بأس بلحم الفرس .**
''گھوڑے کے گوشت کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنف ابن ابی شیبة : ۲۵۷/۸، وسندهٗ صحیحٌ)

ان صحیح احادیث وآثار سے ثابت ہوا کہ گھوڑا حلال ہے۔ان احادیث کے بارے میں امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸۔۳۲۱ھ) کا ارشاد بھی سن لیں: **فذهب قوم إلى هذه الآثار ، فأجازوا أكل لحوم الخيل ، وممّن ذهب إلى ذٰلك أبو يوسف ومحمّد رحمهما الله ، واحتجّوا بذلك بتواتر الآثار فى ذلك وتظاهرها ، ولو كان ذلك مأخوذا من طريق النظر لما كان بين الخيل الأهليّة والحمر الأهلية فرق ، ولكن الآثار عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إذا صحّت وتواترت أولى أن يقال بها من النظر ، ولا سيّما إذ قد أخبر جابر بن عبد الله رضى الله عنهما فى حديث أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أباح لهم لحوم الخيل فى وقت منعه إيّاهم من لحوم الحمر الأهليّة ، فدلّ ذلك على اختلاف حكم لحومهما .** ''ایک گروہ کا مذہب ان آثار کے مطابق ہے،لہٰذا انہوں نے گھوڑوں کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے، ان لوگوں میں سے ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی رحمہما اللہ بھی ہیں،ان لوگوں نے ان آثار کے متواتر ومتظاہر ہونے کی وجہ سے استدلال کیا ہے،اگر یہ معاملہ عقل وقیاس سے طے کیا گیا ہوتا تو گھریلو گھوڑوں اور گھریلو گدھوں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔لیکن رسول اللہ ﷺ کی احادیث جب صحیح ثابت ہو جائیں اور تواتر کو پہنچ جائیں تو قیاس کرنے سے ان پر عمل کرنا اولیٰ ہے،خصوصاً جب سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے گھوڑے کے گوشت کو اسی وقت حلال قرار دیا تھا، جب آپ ﷺ نے گھریلو گدھے کے گوشت سے منع کیا تھا،اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کے گوشت میں فرق ہے۔''(شرح معانی الآثار للطحاوی : ۲۱۰/٤)

جولوگ گھوڑے کو حرام یا مکروہ کہتے ہیں، ان کے دلائل کا مختصر تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

دلیل نمبر ①: (ا) سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرمانِ باری تعالیٰ ﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا ﴾ (النحل: ٨) کے بارے میں فرماتے ہیں: **هذه للركوب.** ''یہ سواری کے لیے ہیں۔'' اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴾ (النحل: ٥) کے بارے میں فرمایا: **هذه للأكل.** ''یہ کھانے کے لیے ہیں۔''

(تفسير الطبری: ١٧/١٧٣)

تبصرہ: یہ قول سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① محمد بن حمید الرازی ''ضعیف'' راوی ہے۔ (تقریب التهذیب: ٥٨٣٤)

② ابواسحاق راوی مدلس اور مختلط ہے۔

③ اس میں ''رجل مبہم'' بھی موجود ہے۔

(ب) تفسیر الطبری (١٧/١٧٣)

تبصرہ: اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ اس میں یحییٰ بن ابی کثیر راوی مدلس ہے۔

(ج) تفسیر الطبری (١٧/١٧٣)

تبصرہ: اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① سفیان بن وکیع راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② ابن ابی لیلیٰ راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

(د) تفسیر الطبری (١٧/١٧٣)

تبصرہ : اس قول کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① قیس بن ربیع راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② ابنِ ابی لیلیٰ ''ضعیف'' اور ''سیء الحفظ'' ہے۔

معلوم ہوا کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول جمیع سندوں سے ''ضعیف'' ہے۔

فائدہ نمبر ① : امام حکم بن عتیبہ تابعی کہتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کتاب اللہ سے ثابت ہے، اس پر یہ آیتِ کریمہ پیش کی۔

(تفسیر الطبری : ۱۷۳/۱۷، وسندهٗ صحیحٌ)

فائدہ نمبر ② : امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے گھوڑے کے گوشت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی، گویا آپ نے اس کے گوشت کو مکروہ خیال کیا۔(مصنف ابن ابی شیبة : ۲۵۹/۸، وسندهٗ صحیحٌ)

فائدہ نمبر ③ : امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أحسن ما سمعت فی الخیل والبغال والحمیر أنّها لا تؤکل .

''سب سے بہترین بات جو میں نے گھوڑوں اور خچروں کے بارے میں سنی ہے کہ ان کو کھایا نہیں جائے گا۔'' پھر آپ رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی۔

(مشکل الآثار للطحاوی : ۸/۷۴۔۷۵، وسندهٗ صحیحٌ)

لیکن اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کا حرام ہونا یا مکروہ ہونا محل نظر ہے، جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **والصواب من القول فی ذلک عندنا ما قاله أهل القول الثانی ... وفی إجماع الجمیع علی أنّ رکوب ما قال تعالی ذکره : ﴿ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴾ جائز حلال غیر حرام ، دلیل واضح علی أنّ أکل ما قال :**

﴿لِتَرْكَبُوْهَا﴾ جائز حلال غير حرام ، إلّا بما نصّ على تحريمه أو وضع على تحريمه دلالة من كتاب أو وحى إلى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، فأمّا بهذه الآية فلا يحرّم أكل شيء ، وقد وضع الدلالة على تحريم لحوم الحمر الأهليّة بوحيه إلى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، وعلى البغال بما قد بيّنّا فى كتابنا ، كتاب الأطعمة بما أغنى عن إعادته فى هذا الموضع ، إذ لم يكن هذا الموضع من مواضع البيان عن تحريم ذلک ، وإنّما ذكرنا ما ذكرنا ليدلّ على أنّه لا وجه لقول من استدلّ بهذه الآية على تحريم لحم الفرس ...

''اس بارے میں ہمارے نزدیک دوسرے قول والوں کی بات درست ہے (یعنی گھوڑا حلال ہے)۔۔۔اس لیے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے،ان پر سواری کرنا جائز ہے،حرام نہیں،یہ واضح دلیل ہے کہ جن جانوروں کو سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے،ان کو کھانا بھی حلال وجائز ہے،سوائے ان چیزوں کے،جن کی حرمت پر کتاب وسنت میں نص قائم کر دی گئی ہو۔رہی یہ آیتِ کریمہ تو اس سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔گھریلو گدھوں اور خچروں کی حرمت پر دلالت وحیٔ رسول ﷺ کے ذریعے کر دی گئی ہے،جس کی وضاحت ہم اپنی کتاب،کتاب الاطعمہ میں کر چکے ہیں،جس کا اعادہ کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں،کیونکہ یہ مقام اس کی حرمت بیان کرنے کا نہیں۔یہ باتیں جو ہم نے کی ہیں،وہ صرف یہ بتانے کے لیے کی ہیں کہ گھوڑے کی حرمت پر اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرنے کا کوئی تک نہیں۔۔۔'' (تفسیر الطبری : ۱۷/۱۷۳)

حافظ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الصحيح الذى يدلّ عليه النظر والخبر جواز أكل لحوم الخيل ، وأنّ الآية والحديث لا حجّة فيهما لازمة ، أمّا الآية فلا دليل فيها على تحريم الخيل ، إذ لو دلّت عليه لدلّت على تحريم لحوم الحمر ، والسورة مكيّة ، وأىّ حاجة كانت إلى تجديد تحريم لحوم الحمر

عـام خيبـر ، وقـد ثبـت فى الأخبار تحليل الخيل على ما يأتى ، وأيضا لمّا ذكر تـعـالـى الأنـعـام ذكـر الأغـلـب مـن مـنـافعها وأهمّ ما فيها ، وهو حمل الأثقال والأكـل ، ولم يذكر الركوب ولا الحرث بها ولا غير ذلک مصرّحا به ، وقد تـركـب ويـحـرث بها ، قال اللّٰه تعالى : ﴿الذى جعل لكم الانعام لتركبوا منها ومـنهـا تـأكلون ﴾ ، وقال فى الخيل : ﴿ لتركبوها وزينة ﴾ ، فذكر أيضا أغلب مـنـافعها والمقصود منها ، ولم يذكر حمل الأثقال عليها ، وقد تحمل كما هو مشاهد ، فلذلک لم يذكر الأكل ، وقد بيّنه عليه السلام ، الذى جعل إليه بيان مـا أنـزل عـليه ما يأتى ، ولا يلزم من كونها خلقت للركوب والزينة ألّا تؤكل ، فهـذه البـــقــــرة قد أنطقها خالقها الذى أنطق كلّ شىء ، فقالت : إنّما خلقت لـلـحـرث ، فيـلـزم مـن عـلل أنّ الخيل لا تؤكل ، لأنّها خلقت للركوب ، وألّا تـؤكـل البـقـر لأنّها خلقت للحرث ، وقد أجمع المسلمون على جواز أكلها ، فـكـذلک الـخيـل بالسنّة الثابتة فيها .

”صحیح بات جس پر عقل ونقل دلیل ہیں، وہ یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے، نیز اس آیت اور حدیث میں ایسی کوئی دلیل نہیں، رہی آیت تو اس میں دلیل اس لیے نہیں کہ یہ آیت مکی ہے، اگر یہ آیت حرمت پر دلالت کرتی ہوتی تو خیبر والے سال دوبارہ حرمت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر احادیث میں گھوڑے کی حلت ذکر ہوگئی ہے، جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے جانوروں کے فوائد بیان کیے ہیں تو اہم اور اغلب فوائد، یعنی کھانا اور بوجھ اٹھانا، بیان کیے ہیں، سواری اور ہل چلانے وغیرہ والے فوائد صراحت سے بیان نہیں کیے، حالانکہ ان پر کبھی سواری اور ہل چلانے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَـأْكُلُونَ ﴾(غافر : ۷۹) (اللہ وہ ذات ہے، جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے ہیں، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور کچھ کو تم کھاتے ہو)، گھوڑوں کے بارے میں فرمایا: ﴿ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾

(النحل : ۸) (تا کہ تم ان پر سوار ہو جاؤ اور تا کہ وہ زینت کا سامان ہوں)، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے اہم اور اغلب فوائد ذکر کیے ہیں، بوجھ اٹھانے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ ان پر کبھی بوجھ لادا جاتا ہے، جیسا کہ مشاہدہ میں آتا رہتا ہے، بالکل اسی طرح اس کو کھانے کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ذمہ قرآن کی وضاحت لگائی گئی ہے، انہوں نے اس کی وضاحت کی ہے، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ گھوڑے کے سواری اور زینت کے لیے پیدا کیے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا گوشت نہ کھایا جائے، یہ گائے ہے، جس کو اس ذات نے گویا کیا تھا، جس نے ہر چیز کو قوتِ گویائی دی ہے اور اس نے بول کر کہا تھا (جیسا کہ حدیث میں بیان ہے) کہ وہ ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ جن علتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑے کو نہیں کھایا جائے گا، ان ہی علتوں سے یہ ثابت ہوگا کہ گائے کو بھی نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ وہ ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہے، حالانکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کو کھانا جائز ہے، اسی طرح گھوڑوں کے بارے میں بھی سنتِ ثابتہ ہے (کہ اس کو کھانا جائز ہے)۔'' (تفسیر القرطبی : ۱۰/۷٦)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

حافظ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **فإن قيل : الرواية عن جابر بأنّهم أكلوها فى خيبر حكاية حال وقضية فى عين ، فيحتمل أن يكونوا ذبحوا لضرورة ، ولا يحتجّ بقضايا الأحوال ، قلنا : الرواية عن جابر وإخباره بأنّهم كانوا يأكلون لحوم الخيل على عهد رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم يزيل ذلك الاحتمال ، ولئن سلّمناه فمعنا حديث أسماء ، قالت : نحرنا فرسا على عهد رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم ، ونحن بالمدينة ، فأكلناه ، رواه مسلم .**

وكلّ تأويل من غير ترجيح فى مقابلة النصّ ، فإنّما هو دعوى ، لا يلتفت إليه ، ولا يعرج عليه ، وقد روى الدارقطنىّ زيادة حسنة ترفع كلّ تأويل فى

حـديـث أسـمـاء ، قـالـت أسماء : كان لنا فرس على عهد رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عـليـه وسلّم أرادت أن تموت ، فذبحناها ، فأكلناها ، فذبحها إنّما كان لخوف الـموت عليها ، لا لغير ذلک من الأحوال . ''اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خیبر میں گھوڑے کو کھانے والی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حکایت حال ہے اور ایک خاص واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ صحابہ کرام نے گھوڑے کو ضرورت کی بنا پر ذبح کیا ہو، لہٰذا مخصوص حالات میں پیش آنے والے واقعات سے دلیل نہیں لی جاتی۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اور یہ بیان کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے، اس احتمال کو دور کر دیتا ہے۔ اگر پھر بھی اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے پاس سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث موجود ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں مدینہ میں ایک گھوڑا ذبح کیا، پھر اس کو کھایا، یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

نص کے مقابلے میں بغیر کسی وجہ ترجیح کے کی گئی ہر تاویل محض دعویٰ ہوتا ہے، جس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں ایک خوبصورت زیادت بیان کی ہے، جو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہونے والی ہر تاویل کو ختم کرتی ہے، سیدہ اسماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہمارا ایک گھوڑا تھا، وہ مرنے لگا تو ہم نے اسے ذبح کر لیا، پھر ہم نے اسے کھایا، چنانچہ اس کو ذبح کرنا صرف اس کے مرنے کے ڈر سے تھا، کسی اور وجہ سے نہ تھا۔''(تفسیر القرطبی : ۷٦/۱۰)

دلیل نمبر ② :

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أنّ رسـول الـلّٰـه صـلّى اللّٰه عليه وسلّم نهى عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير ، وكلّ ذى ناب من السباع . ''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گھریلو گدھے کے گوشت اور ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا۔''

(مسند الامام احمد : ۸۹/٤، سنن ابی داوٗد : ۳۷۹، سنن ابن ماجه : ۳۱۹۸، شرح معانی الاثار للطحاوی : ۲۱۰/٤، المعجم الکبیر للطبرانی : ۳۸۲۲، سنن الدارقطنی : ۲۸۷/٤، التمهید لابن عبد البر : ۱۲۸/۱۰)

تبصرہ : یہ حدیث ''ضعیف'' ہے، علامہ سندھی حنفی بلا ردّ و تردید لکھتے ہیں :

اتّفق العلماء علی أنّه حدیث ضعیف ، ذکره النوویّ . ''علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس بات کو حافظ نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔''

(حاشیة السندی علی النسائی : ۲۰۲/۷)

اس حدیث کی سند کا دار و مدار صالح بن یحییٰ بن المقدام راوی پر ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : **فیه نظر .** ''اس راوی میں کلام ہے۔''

(التاریخ الکبیر للبخاری : ۲۹۳/٤)

حافظ موسیٰ بن ہارون الحمال رحمہ اللہ (۲۱۴۔۲۹۴ھ) فرماتے ہیں :

لا یعرف صالح بن یحیی ، ولا أبوه إلا بجدّه ، وهذا حدیث ضعیف .

''صالح بن یحییٰ اور اس کے باپ کی روایت صرف اس (صالح) کے دادا (مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ) سے ہی معلوم ہوئی ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے۔''

(سنن الدارقطنی : ۲۷۸/٤، وسندهٗ صحیحٌ)

علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔ (المحلی لابن حزم : ۱۰۰/۸)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''مجہول'' کہا ہے۔ (دیوان الضعفاء للذهبی)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ''لین'' کہا ہے۔ (تقریب التهذیب لابن حجر : ۲۸۹٤)

صرف امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب الثقات (۴۵۹/٦) میں ذکر کیا ہے، نیز کہا ہے : **یخطیء .** لہٰذا یہ راوی ''مجہول'' ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ائمہ محدثین کے مزید اقوال ملاحظہ فرمائیں :

حافظ بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **الحديث غير ثابت ، وإسنادهٔ مضطرب .**
''یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کی سند مضطرب ہے۔''
(السنن الصغرٰی للبیھقی : ٦٣/٤-٦٤)

حافظ ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **هذا حديث لا تقوم به حجّة لضعف إسناده .** ''اس حدیث سے دلیل نہیں بنتی، کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔''
()

امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **إسنادهما أصلح من هذا الإسناد .**
''ان دونوں (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی گھوڑے کی حلت والی حدیثوں) کی سند اس حدیث کی سند سے اچھی ہے۔'' (الضعفاء الكبير للعقيلي : ٢٠٦/٢)
علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ نے تو اسے ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔ (المحلی : ١٠٠/٨)
حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **إسناده ضعيف .** ''اس کی سند ضعیف ہے۔'' (شرح السنة للبغوی : ٢٥٥/١١)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **حديث خالد لا يصحّ ، فقد قال أحمد : إنّه حديث منكر ، وقال أبوداوٗد : إنّه منسوخ .** ''سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔'' (التلخيص الحبير لابن حجر : ١٤١/٤)

دلیل نمبر ③ :
سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فحرّم رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم الحمر الإنسيّة ولحوم الخيل والبغال . ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کو اور گھوڑوں اور خچروں کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔'' (مشكل الآثار للطحاوی : ٣٠٦٤)

تبصرہ : یہ حدیث ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① عکرمہ بن عمار (ثقہ) کی روایت یحییٰ بن ابی کثیر سے مضطرب (ضعیف) ہوتی ہے، یہ روایت بھی اسی سے ہے، امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **أهل الحديث يضعّفون حديث عكرمة عن يحيى ، ولا يجعلون فيه حجّة .**

''محدثین کرام نے عکرمہ کی یحییٰ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور وہ اس سے دلیل نہیں لیتے۔'' (مشکل الآثار للطحاوی : ۳۰٦٤)

امام یحییٰ بن سعید القطان (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۷/۱۰، وسندہٗ صحیح)، امام احمد بن حنبل (ایضا : وسندہٗ صحیح)، امام ابوحاتم الرازی (ایضا)، امام بخاری (الکامل لابن عدی : ۵/۲۷۲، وسندہٗ حسن) وغیرہم رحمہم اللہ عکرمہ کی یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کو مضطرب اور ''ضعیف'' کہتے ہیں۔

② امام یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں اور وہ ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ سماع کی کوئی تصریح نہیں کی، لہٰذا یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔

الحاصل : گھوڑا حلال ہے، کیونکہ اس کے حرام ہونے پر قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں، اس کے برعکس اس کی حلت پر قوی احادیث موجود ہیں۔

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ''گھوڑے کا کھانا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔'' (بهشتی زیور از تهانوی : حصه سوم ، صفحه نمبر ٥٦، مسئله نمبر ٢)

جناب مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''سوال: کن جانوروں کا جوٹھا پانی پاک ہے؟

جواب: آدمی اور حلال جانوروں کا جوٹھا پانی پاک ہے، جیسے گائے، بکری، کبوتر، گھوڑا!'' (تعلیم الاسلام از کفایت اللّٰه : ٣٦)

نبیٔ اکرم ﷺ وقتِ سوال قبر میں حاضر نہیں ہوتے!

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

محمد رسول اللہ ﷺ کا قبر میں وقتِ سوال ہر میت کے پاس حاضر و ناظر ہونا صحیح حدیث میں تو درکنار، کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ سلف صالحین میں اس کا کوئی قائل نہیں، لہٰذا یہ بدعی اور گمراہ عقیدہ ہے۔

قبر میں میت سے تین سوالات پوچھے جاتے ہیں، جن میں سے ایک سوال یہ بھی ہے:

ما كنت تقول فی هذا الرجل ....

''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا۔''

(صحیح البخاری : ١٣٤٧)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لفظ **هذا** اشارہ قریب کے لیے آتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ قبر میں ہر میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اس حدیث سے یہ مسئلہ کشید کرنا تحریفِ دین اور جہالت کی بات ہے، جیسا کہ:

① سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبیٔ اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: **اركب إلى هذا الوادی ، فاعلم لی علم هذا الرجل الذی يزعم أنّه نبیّ .**

''تو اس وادی کی طرف جا اور میرے لیے اس شخص کا حال معلوم کر، جو اللہ تعالیٰ کا نبی ہونے کا دعویدار ہے۔''

(صحیح البخاری : ٥٤٤/١، ح : ٣٨٦١، صحیح مسلم : ٢٩٧/٢، ح : ٢٤٧٤)

اس حدیث میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مکہ کو **هذا الوادی** اور نبیٔ اکرم ﷺ کو **هذا الرجل** کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کر رہے ہیں، کہاں قبیلہ غفار اور کہاں مکہ! کیا کوئی عاقل انسان

کہہ سکتا ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مکہ حاضر تھا؟ یا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر تھے اور وہ اپنے بھائی کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جاننے کے لیے مکہ بھیجتے رہے ہیں؟

② سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کنّا بماء ممرّ الناس ، وکان یمرّ بنا الرکبان ، فنسألھم ما للناس ، ما ھذا الرجل ، فیقولون : یزعم أنّ اللّٰہ أرسلہ ، أوحٰی إلیہ ، أوحی اللّٰہ کذا .

''ہم لوگوں کی گزرگاہ اور چشمے کے پاس رہائش پذیر تھے، ہمارے پاس سے قافلے گزرتے تھے، ہم ان سے پوچھا کرتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال ہے، وہ آدمی کیا ہے؟ لوگ جواب دیتے تھے کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھیجا ہے، اس کی طرف یہ یہ وحی کی ہے۔''

(صحیح البخاری : ٦١٥/١، ح : ٤٣٠٢)

سیدنا عمرو بن سلمہ وغیرہ قافلوں سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق **ھذا الرجل** کے الفاظ استعمال کر کے پوچھتے تھے، کیا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر ناظر تھے؟

③ ہرقل نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور کفارِ قریش سے نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا: **أیّکم أقرب نسبا بھذا الرجل الذی یزعم أنّہ نبیّ ... إنّی سائل عن ھذا الرجل ...**

''تم میں سے کون نسب کے اعتبار سے اس شخص کے زیادہ قریب ہے، جو نبی ہونے کا دعویدار ہے۔۔۔ میں اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا۔''

(صحیح البخاری : ٤/١، ح : ٧، صحیح مسلم : ٩٧/٢، ح : ١٧٧٣)

ذخیرۂ حدیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں وقتِ سوال حاضر نہیں ہوتے، کیونکہ:

دلیل نمبر ① : میت سے پوچھا جاتا ہے کہ:

ما کنت تقول فی ھذا الرجل ، لمحمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ، فأمّا المؤمن فیقول : أشھد أنّہ عبدہ ورسولہ .

''تو اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا تھا، مؤمن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' (صحیح البخاری : ۱۳۴۷)

اس حدیث میں **ھذا الرجل** کی وضاحت محمد ﷺ کہہ کر کی گئی ہے، اگر آپ ﷺ وہاں حاضر ہوتے ہیں تو پھر اس وضاحت کی کیا ضرورت ہے؟

دلیل نمبر ② : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

فیقال : ما ھذا الرجل الذی کان فیکم ؟ فیقول : محمّد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم جاء نا بالبیّنات من عند اللّٰہ عزّ وجلّ فصدّقناہ ...

''(قبر میں بوقتِ سوال) کہا جائے گا، وہ شخص کون تھا جو تمہارے اندر مبعوث ہوا تھا، وہ (مؤمن) کہے گا، وہ محمد رسول اللہ ﷺ تھے، جو ہمارے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے واضح آیات لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی تصدیق کی تھی۔۔۔''

(مسند الامام احمد : ۶/۱۴۰، وسندہٗ صحیحٌ)

یہ صریح حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے متعلق صرف قبر میں میت سے پوچھا جاتا ہے، آپ ﷺ قبر میں دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ③ : سیدہ اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت سے کہا جاتا ہے: **ما ذا تقول فی ھذا الرجل ، یعنی النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ؟ قال : من ؟**

''تو اس شخص، یعنی نبیٔ اکرم ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے، وہ (کافر و فاسق) کہتا ہے، کون؟'' (مسند الامام احمد : ۶/۳۵۲، وسندہٗ صحیحٌ)

اسی روایت کے الفاظ ہیں کہ میت سے کہا جاتا ہے:

ما ذا تقول فی هذا الرجل ؟ قال : أیّ رجل ؟ قال : محمّد .

''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے، وہ کہتا ہے، کون سا آدمی؟ وہ (فرشتہ) کہتا ہے، محمد ﷺ۔''

(مسند الامام احمد : ٣٥٣/٦، المعجم الكبير للطبرانی : ١٢٥/٢٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث سے واضح ثابت ہو رہا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ قبر میں سوال کے وقت حاضر نہیں ہوتے ہیں، ورنہ مَنْ اور أَيُّ رَجُلٍ کا کیا معنیٰ؟

دلیل نمبر ④ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میت سے کہا جاتا ہے:

أرأیتک هذا الرجل الذی کان فیکم ، ماذا تقول فیه ، وماذا تشهد به علیه ؟ فیقول : أیّ رجل ، فیقال : الذی کان فیکم ، فلا یهتدی لاسمه ، حتی یقال له : محمّد ...

''اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے، جو تم میں مبعوث ہوا تھا، اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور تو اس پر کیا گواہی دیتا ہے، وہ کہے گا، کون سا آدمی؟ اس سے کہا جائے گا، وہ جو تم میں مبعوث ہوا تھا، وہ اس کا نام نہیں جان پائے گا، حتی کہ اسے کہا جائے گا، محمد (ﷺ)۔۔۔''

(صحيح ابن حبان : ٣١١٣، الاوسط للطبرانی : ٢٦٣٠، المستدرك للحاكم : ٣٧٩/١، ٣٨٠، ٣٨١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان (٣١١٣) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم (١/٣٨٠۔٣٨١) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: **وإسنادهٗ حسن .** ''اس کی سند حسن ہے۔''

(مجمع الزوائد : ٥١/٣۔٥٢)

اس حدیث پاک نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے متعلق قبر میں صرف پوچھا جاتا ہے، آپ ﷺ قبر میں موجود نہیں ہوتے۔

علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ هذا الرجل کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

عبّر بذلک امتحانا لئلّا يتلقّن تعظيمه عن عبارة القائل ، قيل : يكشف للميّت حتّى يرى النبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، وهي بشرى عظيمة للمؤمن إن صحّ ذلک ، ولا نعلم حديثا صحيحا مرويّا في ذلک ، والقائل به إنّما استند لمجرّد أنّ الإشارة لا تكون إلّا للحاضر ، لكن يحتمل أن تكون الإشارة لما في الذهن فيكون مجاز .

''نبیٔ اکرم ﷺ کو هذا الرجل سے مردے کا امتحان کے لیے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ قائل (فرشتے) کے کہنے سے وہ آپ ﷺ کی تعظیم سمجھ نہ پائے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے،حتی کہ وہ نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھ لیتی ہےاوراگر یہ بات درست ہوتو یہ مؤمن کے لیے بہت بڑی بشارت ہے،لیکن ہم اس بارے میں مروی ایک بھی صحیح حدیث نہیں جانتے۔اس قول والوں نے صرف اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اشارہ صرف حاضر کو کیا جاتا ہے،لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اشارہ اس چیز کی طرف ہو، جو ذہن میں موجود ہے،چنانچہ یہ مجاز ہوگا۔''

(تحفة الاحوذی لمحمد عبد الرحمن المباركفوری : ٤/١٥٥)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وسئل : هل يكشف له حتّى يرى النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم ؟ فأجاب أنّه لم يرد حديث ، وإنّما إدّعاه بعض من لا يحتجّ به بغير مستند سوى قوله : في هذا الرجل ، ولا حجّة فيه ، لأنّ الإشارة إلى الحاضر في الذهن .**

''حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا میت سے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے،حتی کہ وہ نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھ لیتی ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں

ہوئی ، بلکہ یہ بعض ان لوگوں کا بے دلیل دعویٰ ہے، جن کا کوئی اعتبار نہیں ،صرف یہ دلیل ہے کہ حدیث میں **هذا الرجل** کے لفظ آئے ہیں،لیکن ان الفاظ میں کوئی دلیل موجود نہیں، کیونکہ یہاں اشارہ اس چیز کی طرف ہے، جو ذہن میں حاضر ہے۔''

(شرح الصدور للسیوطی : ص ٦٠، طبع مصر)

ثابت ہوا کہ **هذا الرجل** سے یہ استدلال پکڑنا کہ میت کو قبر میں نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت کرائی جاتی ہے ، بالکل باطل نظریہ ہے۔اس کے باوجود جناب زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''مرنے کے بعد قبر میں سب سے پہلے سید الکونین ﷺ کی زیارت ہوگی۔''

(داڑھی کا وجوب از زکریا تبلیغی : ص ۹)

نیز محمد یعقوب نانوتوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''بجائے ہمارے جنازے پر تشریف لانے کے حضور قبر میں ہی تشریف لائیں گے۔''

(قصص الاکابر از اشرف علی تھانوی : ص ۱۸۸)

ان کی بات کا ردّ جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب کی بات سے ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں: **يكفي العهد فقط ، ولا دليل على المشاهدة .**

''یہاں عہدِ ذہنی کا معنیٰ ہی کافی ہے،مشاہدہ پر کوئی دلیل نہیں ۔''

(العرف الشذی از انور شاہ کشمیری : ۲/٤٥٠)

ثابت ہوا کہ بقولِ شاہ صاحب، زکریا صاحب اور یعقوب نانوتوی صاحب کی بات بے دلیل اور بے اصل ہے۔ بے دلیل بات نا قابلِ التفات ہوتی ہے۔

من فارق الدليل ، فقد ضلّ عن سواء السبيل !

(جو دلیل سے تہی دامن ہوتا ہے، صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے)

هذا الرجل کے تحت علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أى الـرجـل الـمشهـور بيـن أظهركم ، ولا يلزم منه الحضور ، وترك ما يشعر بالتعظيم لئلّا يصير تلقينا ، وهو يناسب موضع الاختيبار .

''یعنی وہ آدمی جو تمہارے ہاں مشہور تھا، اس سے (نبئ اکرم ﷺ کا قبر میں) حاضر ہونا لازم نہیں آتا۔ آپ ﷺ کا نام نہ لینا اس لیے ہے کہ تعظیم ظاہر نہ ہو اور یہ تلقین نہ بن جائے، امتحان کے مناسب یہی بات ہے۔'' (حاشية السندی علی ابن ماجه ، تحت حديث : ٤٢٥٨، حاشية السندی علی النسائی : ٤/٩٧، ح : ٢٠٥٢)

فائدہ جلیلہ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ نبئ اکرم ﷺ نے اسے گم پایا تو اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، وہ فوت ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أفـلا كنتم آذنتمونى ؟ قال : فكأنّهم صغّروا أمرها أو أمره ، فقال : دلّونى على قبره ، فدلّوه ، فصلّى عليها .

''تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی ؟ گویا انہوں نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اس کی قبر بتاؤ، صحابہ کرام نے اس کی قبر آپ ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے اس عورت پر نمازِ جنازہ پڑھی۔''

(صحيح البخاری : ١٣٣٧، صحيح مسلم : ٩٥٦، واللفظ له)

اگر نبئ اکرم ﷺ ہر میت کی قبر میں بوقتِ سوال حاضر ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کو اس عورت کے فوت ہونے کی اطلاع کیوں نہ تھی؟

الحاصل : نبئ اکرم ﷺ وقتِ سوال قبر میں حاضر نہیں ہوتے۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋